ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

ترقی پسند اُردو افسانے پر مارکسزم کے اثرات

Influence of Marxism on Progressive Urdu Fiction

حافظ حبیب الرحمن
پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، الحمد یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر اشرف کمال
شعبہ اُردو، الحمد یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract:

Marxism is a social, political and social system of life that emphasizes the need for economic reforms to improve human life and believe correct distribution of wealth necessary for the best economic system. These reforms and ideas by Karl Marx gave to the world. When Karl Marx was born, Germany, Great Britain was in the grip of feudalism, capitalist system and severe fascism, and to deal with it, the great writers of the whole world gathered in Paris. Marxist ideas were sympathetic to poor, so these writers wrote literature under these ideas. A place to implement these ideas in the society through the Indian writers under the political, social, economic and social needs of India, an association of Indian writers "Association of Progressive Writers" was established. Which was supported by all the major writers of India, especially the Urdu fiction writers, who took Urdu fiction out of the trends of romanticism and reformism and introduced it to the trend of realism? Hunger, poverty, the defects of the capitalist system, the deterioration of the feudal system, religious oppression, sexual hunger and the indifference of the aristocracy are presented in a realistic way.

مارکسزم ایک ایسا سماجی، سیاسی اور معاشرتی نظام ہے جو نظام حیات، انسان کی تاریخ، واقعات اور حالات جاننے اور انھیں بہتر بنانے کے اصولوں سے واقف کراتا ہے۔ مارکسزم میں تقسیم زر کا معاشرتی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ معاشرت کی بہتری اور درست نظم و نسق کے لیے معاشی اصلاحات کی ضرورت بہت اہم ہے۔ سب سے پہلے یونانی مفکرین افلاطون اور ارسطو کے علاوہ دیگر مفکرین نے بھی معیشت کے حوالے سے نظریات پیش کیے۔ مارکس نے جب آنکھ کھولی تو جرمنی جاگیر دارانہ نظام کی زد میں تھا اور حکمران انقلاب کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انگلستان میں سرمایہ دارانہ نظام رائج تھا مارکس نے اس نظام کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنے فلسفہ اور نظریات سے ساری دنیا کو متاثر کیا۔

انیسویں صدی کے آخر میں جب یورپ میں سرمایہ دارانہ نظام مضبوط ہونے لگا اور سامراجی نظام حکومت اختیا کرنے لگا تو کیمونسٹ تحریک کے مقاصد میں بھی تیزی آنے لگی۔ لینن نے اس نئی صورت حال کو مارکسزم کے نظریات اور اصولوں پر پرکھ کر نئے اقدامات اٹھائے اور کیمونسٹ تحریک کے لیے نئے مقاصد متعین کیے۔ مزدوروں اور کسانوں کے مسائل کے حل کے لیے صرف کیمونسٹ تحریک کو حل قرار دیتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کو اکھاڑ پھینک کر سوشلسٹ نظام کرنے پر زور دیا اور مزدوروں اور کسانوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

کا اتحاد کیمونسٹ پارٹی کی رہنمائی میں کامیابی کی شرط قرار دیا گیا۔اس اتحاد کے نتیجے میں 1917ء میں زار کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لینن نے مارکسزم کی روشنی میں روس کے بدلتے ہوے حالات کو صحیح طور پر سمجھا۔روس کے اس انقلاب کے اثرات دنیا کے دیگر ممالک فرانس، برطانیہ، اٹلی، اسپین، چین، کوریا اور ہندوستان پر بھی مرتب ہوئے۔

اس زمانے میں ہٹلر کی نسل پرست حکمت عملی اور فاشزم کا زبردست طوفان کھڑا ہو گیا جس سے انسانی حقوق کے علمبرداروں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ قتل وغارت کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا۔بہت سے ادیب جلاوطن کر دیے گئے اور بہت سے دار پر چڑھا دیے گئے۔ان حالات کے پیش نظر یورپ میں فاشزم کے اس سیلاب بے کراں کو روکنے کے لیے تمام یورپی ادیب آمادہ ہو گئے اور اس رجعت پسندی اور قتل انسانی کے خلاف میدان عمل میں آ گئے۔مارکسی نظریہ کیوں کہ غریبوں کا مسیحا تھا اس لیے یہی نظریہ سب سے بہتر ثابت ہوا جو انسانی مساوات، تقسیم زر اور فلاح وبہبود کے لیے موزوں تھا اس لیے تیزی سے پھیلنے لگا۔ بڑے بڑے شہرہ آفاق مصنفین نے پیرس میں تہذیب اور کلچر کے ادب کے ذریعے تحفظ کے لیے ایک باقاعدہ کانفرنس منعقد کی تاکہ ادب کو انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کیا جائے اور سامراجی طاقتوں کے خلاف احتجاج کیا جائے۔اس کانفرنس میں جن ہندوستانی ادیبوں نے شرکت کی انھوں نے ہندوستان میں بھی انھی نظریات کے فروغ کی شدید ضرورت محسوس کی کیوں کہ ہندوستان میں بھی سیاسی، سماجی اور تہذیبی صورت حال بدتر تھی اور روسی انقلاب سے ہندوستان میں پہلے ہی اشتراکی نظریات تقویت پکڑ رہے تھے اور اسی بات نے ہندوستان میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی تشکیل کی راہ ہموار کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ پورے ہندوستان میں مقبول ہوئی اور تمام معتبر ادیبوں نے حمایت اور سرپرستی بھی کی۔

ترقی پسند تحریک نے تمام ہندوستانی زبانوں کے ادب کو متاثر کیا لیکن اردو کو ہندوستان کی سب سے بڑی اور ترقی یافتہ زبان ہونے کا اعزاز حاصل ہے اس وجہ سے اردو کی تمام اصناف ادب کی ترویج وترقی میں اس تحریک نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ خصوصا اردو افسانے کو اس تحریک کے ذریعے صدیوں کی ترقی سالوں میں حاصل ہوئی۔تاریخی م طالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو افسانے کے اولین دور پر رومانویت غالب رہی جس میں افسانہ نگاروں نے عورت، عورت کے حسن اور ماضی کے خوبصورت پہلوؤں کے ساتھ آدرش بنا کر رومانوی انداز میں پیش کیا، ایک دور میں اردو افسانے پر اصلاحی رجحان غالب رہا جس میں افسانہ نگاروں نے اردو افسانے کو مذہب اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ جوڑے رکھا لیکن بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں ہندوستان میں سیاسی، سماجی زندگی میں ہلچل مچ گئی تو ادب میں حقیقت پسندی اور سائنٹفک نقطہ نظر کے آثار پیدا ہونے لگے۔

وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بیداری کا احساس پیدا ہونے لگا۔اشتراکی رجحانات کا اثر ادب پر بھی ہونے لگا۔ سیاسی غلامی اور آزادی کا احساس سر اٹھانے لگا چنانچہ ادیبوں بالخصوص افسانہ نگاروں نے خود کو حقیقت پسند بنایا اور زندگی کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے گردوپیش کے حالات کو افسانوں میں پیش کرنے لگے۔ بھوک، افلاس، مذہبی جبر، جنسی بھوک اور اشرافیہ کی اجتماعی بے حسی جیسے موضوعات کی حقیقی تصویر کشی شروع کی ان حالات کے بارے میں شہزاد منظر لکھتے ہیں:

> "برصغیر میں اس صدی کی دوسری دہائی سے قبل کسی قسم کے انقلابی یا دائیں بازو کے تصورات کا سراغ نہیں ملتا۔اس لیے کہ روس کے ۱۹۱۴ء کے انقلاب کے بعد برصغیر میں انقلابی رجحان عام ہوے اس سے پہلے اگر کوئی رجحان تھا تو وہ قوم

پرستی اور اصلاح پسندی کا تھا۔۔۔۔اس دور میں رومانویت اور مثالیت پسندی کے ساتھ اردو افسانے پر ایک اور رجحان اثر انداز ہوا وہ حقیقت نگاری کا رجحان تھا۔ خصوصا روسی اور فرانسیسی حقیقت نگاری کا رجحان تھا۔۔۔۔اردو قارئین اور مصنفی نے چیخوف ،موپساں،ٹالسٹائی، ترگنیف، گوگول،ہارڈی،آسکر وائلڈ اور میکسم گورکی کی تخلیقات سے متعارف اور متاثر ہونا شروع کیا۔"(۱)

1932ء کے آخر پر "انگارے" کی اشاعت نے اردو ادب میں ہلچل پیدا کی۔انگارے کے مصنفین اپنی زبان وادب کو فن اور موضوع کے لحاظ سے عالمی ادب کے ہم پلہ دیکھنے کے خواہش مند تھے مغربی ادبی رجحانات سے آشنا تھے اور ہندوستان میں فروغ دینے کے خواہش مند تھے۔ان نوجوان افسانہ نگاروں نے فرائیڈ کے نفسیاتی اور کارل مارکس کے معاشی نظریات کی بھرپور ترویج کی۔فنی لحاظ سے وہ اس میں خاطر خواہ کامیاب نہ ہوئے تاہم حقیقی زندگی کی بے باکانہ عکاسی میں کامیاب ہوئے۔اس وجہ سے انگارے اعتراضات اور الزامات کی زد میں آیا فحش نگاری اور اخلاق باختگی کے الزامات لگا کر اس پر پابندی عائد کر دی گئی مگر انگارے نے اردو افسانے کو داخلی و خارجی حقیقت نگاری کے قریب کر دیا اور ترقی پسند تحریک کی راہ ہموار ہوئی۔

" انگارے کی اشاعت ہی ترقی پسند تحریک کی بشارت اور اس اک غیر رسمی اعلان نامہ تھی۔"(۲)

سماجی حقیقت نگار افسانہ نگاروں نے اپنے دور کے جملہ حقائق کا بے لاگ اظہار کیا۔انھوں نے کسی خاص فرد، مذہب، سیاسی نظریہ اور گروہ یا جماعت کی تبلیغ یا اسکی تائید و تردید کے لیے وقف نہیں کیا بلکہ زندگی کی سچائیوں کو پوری دیانت داری سے افسانوں میں پیش کیا۔

"تیسری دہائی میں ترقی پسند تصورات کے عام ہونے سے قبل ہی حقیقت نگاری نے اردو افسانوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔"(۳)

ترقی پسند افسانہ انقلابی شعور اور حقیقت نگاری کو مرکب ہے۔ حقیقت نگاری میں انقلابی اور طبقاتی شعور شامل ہو جائے تو ترقی پسند افسانہ تشکیل پاتا ہے۔ ترقی پسند افسانہ سماجی حقیقت نگاری سے آگے کی چیز ہے۔ سماجی حقیقت نگار صرف دنیا کی تعبیر اور تنقید کرتا ہے جب کہ ترقی پسند افسانہ معاشرے کو بدلنے اور عدو انصاف قائم کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔انسان دوستی، طبقاتی استحصال اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کرتا ہے۔1936ء میں جب ترقی پسند تحریک کا اجلاس لکھنوء میں ہوا تو اس کی صدارت پریم چند نے کی۔انھوں نے اور اس تحریک سے جڑنے والے افسانہ نگاروں نے مارکسزم کے منشور کے مطابق افسانے تخلیق کیے۔اگرچہ مارکسزم نے تمام اصناف ادب کو متاثر کیا تاہم اردو افسانے نے بہت تیزی سے ترقی کی اور انقلابی شعور پروان چڑھنے لگا۔

پریم چند نے ترقی پسند تحریک کو ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد فراہم کی۔"کفن" ان کے شاہکار افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔"دنیا کا سب سے انمول رتن" اور مجموعہ "سوز وطن" رومانویت سے حقیقت نگاری کے درمیان ایک پل کی طرح ہے اور تخیل سے حقیقت نگاری کی جانب قدم ہے۔اس کے بعد پریم چند نے خود کو دیہات اور کسان کی زندگی کے لیے وقف کر دیا۔دیہاتی لوگوں کے تمام مسائل، زمینداری کے نظام، کسان کی بری حالت، جہالت اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کو افسانوں میں پیش کیا۔معاشرے میں رائج فرسودہ رسم ورواج اور معاشرتی نظام کو تمام ترخامیوں اور برائیوں کے ساتھ نمایاں کیا۔پریم چند کی حقیقت نگاری کے بارے میں ڈاکٹر شہناز احمد لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

"پریم چند بلاشبہ ایک ترقی پسند افسانہ نگار ہیں بلکہ ان کو تمام ترقی پسند ادیبوں میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ مختصر طور پر پریم چند کے سلسلے میں یہ بات بڑے وثوق اور ثبوت سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ پہلے سب سے بڑے ترقی پسند افسانہ نگار تھے۔ان کے افسانوں میں وہ مطالبات موجود ہیں جو ترقی پسند ادب تقاضا کرتا ہے۔"(۴)

پریم چند کے بعد ترقی پسند تحریک کو سب سے زیادہ کرشن چندر نے مستحکم کیااور ترقی پسند روایات کو آگے بڑھایا۔ کرشن چندر انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کل ہند کانفرنس میں بھی شریک ہوے اور اپنے ترقی پسند رویے کی وجہ سے تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ان کے افسانوں میں رومانویت اور حقیقت نگاری کا ملا جلا احساس ملتا ہے۔"مہالکشمی کا پل" افسانے میں غریب گھرانوں کی زندگی کی عکاسی کی۔ "کالو بھنگی" کرشن چندر کا مشہور افسانہ ہے جس میں انھوں نے بھنگی جیسے معمولی شخص کی زندگی کو موضوع بنایا۔ کرشن چندر کے ہاں اشتراکیت کا پرچار اور اشتراکی نظام حیات معاشرے میں قائم کرنے کی ارادی کوشش نظر آتی ہے۔اس کے علاوہ ظالم سے ٹکرانے اور سماجی تعمیر نو کا جذبہ بھی موجود ہے۔ جیلانی بانو لکھتی ہیں:

"کرشن چندر کا نقطہ نظر مارکسزم سے عبارت تھا۔اس کے توسط سے انھوں نے انسانی معاشرے کی تاریخ اور آس پاس کی زندگی افراد فرد اور معاشرے کے باہمی رشتوں کا تجزیہ کیا ہے اور ا انھیں اپنے فن کا موجوع بنایا ہے۔"(۵)

ترقی پسند افسانہ نگاروں نے اشتراکیت کے زیر اثر اتنے عظیم افسانے تخلیق کیے ہیں جو دنیا کے بہترین افسانوں کے ہم پلہ رکھے جاسکتے ہیں۔انھیں افسانہ نگاروں میں ایک نام سعادت حسن منٹو کا ہے جنھوں نے اپنی تخلیقات میں سب سے زیادہ حقیقت نگاری کا ثبوت دیا۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے منٹو کی بعض تخلیقات کو جواز بنا کر ان پر اعتراضات کیے تاہم افسانہ نگاری اور حقیقت نگاری میں منٹو کا نام بہت بلند ہے۔ منٹو کے جملہ افسانے حقیقت نگاری پر مبنی ہیں انھوں نے جو دیکھا سنا اور مشاہدہ کیا اس کو بغیر کسی نفسیاتی اور اقتصادی نظریے سے جوڑے بغیر اسی طرح افسانوں میں پیش کیا۔ منٹو نے ہمیشہ اپنے افسانوں میں اس بات پر زور دیا کہ ایسے غلط سماجی نظام کو ختم کیا جائے جو انسانیت کی اعلیٰ اقدار کو ترقی کے بجائے تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔ منٹو کے ہاں ظالمانہ نظام کے خلاف شدید نفرت اور بغاوت کا احساس ملتا ہے اور انقلاب اور اشتراکیت کے لیے ایک جذباتی تاثر ملتا ہے۔ڈاکٹر برج پریمی کے مطابق:

"منٹو کے افسانوں کے مطالعہ سے یک وطن دوست، نچلے طبقے سے ہمدردی رکھنے والا اشتراکی افسانہ نگار کے احساسات کا پتہ چلتا ہے۔"(۶)

منٹو نے اشتراکی نظریات کو اپنے افسانوں میں بہت برتا ہے۔ منٹو نے سماج کے ہر طبقے کی زندگی کو جس طرح بہت قریب سے دیکھا انکی مشکلات اور معاشی و معاشرتی اور سیاسی جبر کو غور سے دیکھا اور شدت سے محسوس کیا اور پھر بے باک انداز میں پیش کی ااور اشتراکیت کی حمایت کی وہ منٹو کا ہی خاصہ ہے۔

راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں میں حقیقت نگاری کا جلوہ قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ بیدی زندگی کی سچی تصویر کشی کے دوران کسی پہلو کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔انتہائی مخفی پہلوؤں کو قارئی کے سامنے عیاں کر دیتے ہیں۔ "بھولا""گرہن""لاجونتی""اپنے دکھ مجھے دے دو""گرم کوٹ""لمبی لڑکی""اور "صرف ایک سیگریٹ" حقیقت نگاری کا منفرد ثبوت ہیں۔انھوں نے عملی طور پر ترقی پسند تحریک سے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

وابستگی رکھی اور اپنے افسانوں میں انسانی جذبات واحساسات کی ماہرانہ انداز میں تصویر کشی کی۔ بیدی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو رنگ آمیزی کر کے حقیقت اور رومانویت کا خوبصورت امتزاج بنادیتے ہیں۔

عزیز احمد نے بیدی کے بارے میں لکھا:

> "بیدی کے افسانوں میں زندگی کی تلخی اور اس کی مصیبتوں کے ساتھ تھوڑا سا وہ لطف بھی ہے جو ان مصائب میں ہلکی روشنی پیدا کرتا ہے۔ یہ لطف محبت اور ہمدردی کا ہے۔ اس کی وجہ سے ہندوستان کے نچلے متوسط طبقے اور مزدوروں اور کسانوں کی زندگی قابل برداشت ہے۔"(۷)

راجندر سنگھ بیدی پر مارکسزم کے اثرات کے بارے میں شہزاد منظر مزید لکھتے ہیں:

> "راجندر سنگھ بیدی بنیادی طور پر کلاسیکی مزاج کے افسانہ نگار تھے۔ انھوں نے زیادہ تر کلاسیکی مصنفوں ٹالسٹائی، چیخوف، دوستوفسکی، گوکول، ترگنیف، موپساں، ٹیگور اور فلابیر کا مطالعہ کیا تھا اس لیے افسانہ نگاری میں ان کا مزاج کلاسیکی بن گیا تھا انھوں نے مارکسزم کے اثرات کو قبول کیا اور اس کی روشنی میں ادب کی نئی تعمیر کی۔"(۸)

حیات اللہ انصاری ترقی پسند تحریک کے مضبوط اور اہم ستون مانے جاتے ہیں۔ پریم چند اور انگارے سے رغبت کی وجہ سے ترقی پسند تحریک میں شامل ہوے۔ انھوں نے سماج کے ان افراد کو بھی اپنے افسانوں میں جگہ دی جو بظاہر زمیندار گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے مگر داخلی طور پر اتنے ٹوٹ چکے تھے کہ ان کی حالت نچلے طبقوں سے بھی بدتر ہے یعنی زمینداری سے محروم ہونے کے بعد غربت وافلاس کا شکار ہیں۔ طبقاتی کشمکش اور سماجی نشیب وفراز کے علاوہ حیات اللہ انصاری نے معاشرے میں بڑھتی ہوئی تہذیبی ومذہبی منافرت کو بھی خوش اسلوبی سے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ آخری کوشش، انوکھی مصیبت، پرواز، ڈھائی سیر آٹا، کمزور پودا، موزوں کا کارخانہ، اور "بہت ہی باعزت" ترقی پسندی اور حقیقت نگاری کا عمدہ ثبوت ہے۔ ڈاکٹر اسلم جمشید پوری لکھتے ہیں؛

> "حیات اللہ انصاری کی افسانہ نگاری کی خوبی ان کی حقیقت نگاری ہے۔ اور پریم چند کی روایات کی توسیع آپ کے افسانوں میں ملتی ہے۔"(۹)

عصمت چغتائی اردو کی پہلی بے باک خاتون افسانہ نگار ہیں۔ ان کا شمار پریم چند اور منٹو کے بعد افسانے کو نئی سمت دینے والے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی بے لاگ حقیقت نگاری اور بے باکانہ انداز بیان سے افسانوی ادب میں خود کو منوایا۔ ان کے اسلوب میں طنز اور بے باک حقیقت نگاری ان کو انفرادیت بخشتی ہے۔ ان کے افسانوں میں چوتھی کا جوڑا، لحاف، ساس، بہو، بیٹیاں، خدمت گار، اور کینڈل کورٹ شامل ہیں وقار عظیم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "حق کے اظہار کے لیے انھوں نے نہت سے لطیف اور شدید حربوں سے کام لیا ہے۔ تیکھے، طنز اور چست فقرے شکر میں لپٹی کڑوی باتیں، ہنسی مزاق اور ہنسی مزاق میں ہجو، پھبتیاں، باتوں کی چٹکیاں ہنس ہنس کر سب کچھ کہہ جانا یہ سب سیدھی روزمرہ کی باتیں ان کے فن کے تھوڑے سے حربے ہیں۔"(۱۰)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

ترقی پسند اور اشتراکی نظریات سے متاثر افسانہ نگاروں میں ایک بڑا نام احمد ندیم قاسمی کا ہے۔ جنھوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے ترقی پسند افسانوی ادب میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ کچھ تو فکری اپج اور کچھ پریم چند کے اثر سے اپنا موضوع دیہات کی زندگی کو بنایا۔ دیہاتی زندگی کے مسائل کو خلوص اور درد مندی کے ساتھ اپنے افسانوں میں پیش کیا۔ جس طرح پریم چند، اعظم کریوی اور علی عباس حسینی نے دیہاتی زندگی کے مسائل کو موضوع بنایا اسی طرح احمد ندیم قاسمی نے دیہاتی زندگی کی حقیقتوں کو پر اثر انداز میں پیش کیا۔ زمینداروں، سرمایہ داروں جاگیرداروں کی خود غرضی اور بے حسی کو اور غرباء کی مفلسی، بدحالی اور استحصال کو حقیقی انداز میں پیش کیا

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کے موضوعات معاشی ناہمواریوں پر منحصر ہیں۔ سماج میں معاشی عدم توازن کے باعث طبقاتی تقسیم ظلم و بربریت اور استحصال کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ انھوں نے سماج کے ظلم و ستم کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ ان کی حقیقت نگاری ان کے ابتدائی افسانوی مجموعے "چوپال" سے واضح ہو جاتی ہے۔ انھوں نے اپنی افسانہ نگاری کو حقیقت نگاری سے آراستہ کیا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

> "احمد ندیم قاسمی پہلے رومانی تھے لیکن وقت نے ان کو بھی رومان سے ہٹا کر حقیقت سے ہم آہنگ کر دیا۔ انھوں نے دیہاتی زندگی کے پس منظر میں محبت کو پیش کیا ہے۔ اس لیے دیہاتی زندگی کے مسائل ان کے یہاں بھی اس محبت اور رومان سے الجھ گئے اور ان کے افسانوں میں صرف محبت ہی نہیں رہ گئی بلکہ اس نے ان گنت سماجی مسائل اور معاشی مسائل سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا۔"(۱۱)

اختر اورینوی ایسے ترقی پسند ادیب ہیں جنھوں نے بہت سی اصناف ادب میں طبع آزمائی کی مگر ان کی شہرت بحیثیت افسانہ نگار ہوئی۔ بقول شہناز احمد:

> "اختر اورینوی نے حقیقت نگاری کی راہ اختیار کی "کلیاں اور کانٹے" ان کے افسانون کو دوسرا مجموعہ ہے ان کے افسانوں کے کردار ہم کو اپنی حقیقی شکل و صورت میں نظر آتے ہیں وہ اپنے کرداروں کے ذریعے زمانے کی تلخ حقیقتوں پر بھرپور چوٹ کرتے ہیں۔"(۱۲)

اختر اورینوی اور سہیل عظیم آبادی نے افسانون میں دیہاتی اور شہری زندگی کو پیش کیا۔ دیہاتوں میں زمینوں کے مالک اور مزارع کی کشمکش اور شہروں میں معاشی تلخیوں کا شکار ہونے والے لوگ موضوع ہیں۔ اختر اورینوی نے اپنے افسانوں میں افسانہ نگاری سے زیادہ مارکسی نظریہ کی ترویج کی ہے ان کے ہاں کارل مارکس کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بقول سید وقار عظیم؛

> "اختر اورینوی کی حقیقت نگاری دوسرے ترقی پسندوں سے قطعی الگ ہے ان کے افسانوں میں عام فکری میلان ملتا ہے۔ ان کی فکر اقبال اور کارل مارکس سے متاثر ہے۔ اور یہ تاثر ان کے افسانوں میں پیش از پیش ملتا ہے۔"(۱۳)

خواجہ احمد عباس نے زعفران، پھول، اجنتا، اندھیرا اجالا، چوراہا اور بمبئی رات کی بانہوں میں لکھ کر اپنے عہد کی سیاسی و سماجی صورت حال کی عکاسی کی۔ صحافی ہونے کی وجہ سے حالات و واقعات کو بیان کرنے میں رپورٹ کا انداز ہے۔ شہروں اور دیہاتوں کی زندگی کو اپنے ترقی پسند خیالات سے گوندھ کر عمدہ افسانے تخلیق کیے۔ اختر حسین رائے پوری کے ہاں بھی رومانویت اور حقیقت کا امتزاج پایا جاتا ہے گرد و پیش کے حالات

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

سے اکثر شاکی نظر آتے ہیں۔ان کے افسانوں میں مروجہ غیر مساوی نظام کے خلاف بغاوت اخلاقی و جنسی گھٹن سے شدید نفرت اور مثالی معاشرے کی تلاش ان کے افسانوں میں دکھائی دیتی ہے۔عالمی مارکسی نظریات کے حامل ادیبوں کے اثرات ان پر نمایاں ہیں۔وہ خود لکھتے ہیں:

"جب میں اپنے آس پاس اندھے بھکاریوں، ننگی طوائفوں اور فاقہ کش مزدوروں کا
انبوہ دیکھتا ہوں اور جب ان کی فریاد، اخلاق کے بلند بانگ دعویدار سرمایہ داروں کے پیروں
تلے روندنے لگتی ہے تو میں ہر گز چپ نہیں رہ سکتا۔"(۱۴)

ہاجرہ مسرور اپنے افسانوں میں اپنے عہد کی تمام تر سچائیوں کو بیان کرنے، محروم طبقے کے مسائل کے اظہار اور بہترین دنیا کی تشکیل اور تلاش ان کے افسانوں کا موضوع ہے۔اپنے افسانوی مجموعے "چند روز اور" اور "تھکے ہارے" کے افسانوں میں خصوصا غریب اور محروم طبقے کی عورتوں کی زندگی کی تمام تر اذیتوں کو بیان کرتی ہیں۔پریم چند کے بعد ترقی پسند اور مارکسی خیالات کا اثر غلام عباس نے بھی بہت شدت سے قبول کیا۔بنیادی طور پہ گریب ہونے کی وجہ سے وہ گھن گرج تو نہیں ہے اور انکی حقیقت نگاری میں ہیجان تو نہیں ہے معاشی معاشرتی محرومیوں کا ذکر موجود ہے۔احتجاج ہے مگر مزاحمت نہیں ہے۔ڈاختر شفیق انجم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"نوآبادیاتی نظام کی یلغار اور سرمایہ داری کی مضبوط ہوتی گرفت کے اندر
سسکتی انسانیت کا انھوں نے بہت قریب سے مشاہدہ کیا۔عام انسانوں کی حالت زار
اور حالات کے جبر کا شکار غریب طبقے کی عکاسی جس طرح ان کے افسانوں میں ملتی
ہے اس کے مطابق ان کا شمار سکہ بند ترقی پسندوں میں کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ان کی
اکثر و بیشتر کہانیوں میں ترقی پسندی کے مارکسی نظریات کی گونج سنائی دیتی
ہے۔"(۱۵)

ادب میں حقیقت نگاری کا مطلب یہ ہے کہ زندگی جیسی ہے ویسی نظر آئے۔اردو کے تمام افسانہ نگاروں نے ادب کے اس تقاضے کو بدرجہ اتم پورا کیا۔حقائق تلخ ہونے کے باوجود زندگی کے تلخ پہلوؤں کی سچی ترجمانی کی اور ترقی پسند اور مارکسی مکتب فکر نے خیالی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا میں قدم رکھا اردو افسانہ نگاری کے دامن کو فن اور تکنیک تجربوں سے مالا مال کیا۔اور یہ روایت اردو افسانے میں تاحال جاری ہے۔

حوالہ جات

۱۔شہزاد منظر، ترقی پسند افسانے کی روایت اور نیا اردو افسانہ، مشمولہ ترقی پسند ادب، قمر رئیس-عاشور کاظمی، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۴۷_۲۴۸

۲۔پروفیسر قمر رئیس، اردو افسانے میں انگارے کی روایت، ۱۹۴۸ء، ص: ۴۹

۳۔شہزاد منظر، ترقی پسند افسانے کی روایت اور نیا افسانہ، مشمولہ ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر، مرتب قمر رئیس، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱ء، ص: ۳۴۸_۳۴۹

۴۔ ڈاکٹر شہناز احمد، ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۲۹

۵۔ جیلانی بانو، کرشن چندر،، دہلی ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2, 2022

۶۔ برج پریمی ڈاکٹر، سعادت حسن منٹو حیات اور کارنامے، کشمیر ، دیپ پبلیکیشنز ، ۱۹۸۶ء ص: ۱۸۵
۷۔ عزیز احمد، ترقی پسند ادب،، دہلی چمن بک ڈپو ، ۱۹۴۸ء، ص: ۱۱۹
۸۔ شہزاد منظر، ڈاکٹر، علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ، کراچی، منظر پبلیکیشنز، ۱۹۹۰ء، ص: ۱۷
۹۔ ڈاکٹر اسلم جمشید پوری، ترقی پسند اردو افسانہ اور چند اہم افسانہ نگار، دہلی، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۲ء، ص: ۹۷
۱۰۔ وقار عظیم، ڈاکٹر، نیا افسانہ، علی گڑھ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۱۶
۱۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، تنقیدی تجربے، کراچی، اُردو دنیا، ۱۹۵۹ء ص: ۳۲۶
۱۲۔ شہناز احمد، ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۷۵
۱۳۔ وقار عظیم سید، ہمارے افسانے، الہ آباد، ۱۹۴۹ء، ص: ۱۷۸
۱۴۔ اختر حسین رائے پوری، محبت اور نفرت (دیباچہ)، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۹ء، ص: ۳
۱۵۔ شفیق انجم ڈاکٹر، اردو افسانہ، اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۱۱